AFKĀR *Journal of Islamic & Religious Studies*
Volume 10, Issue 1, June 2026, PP: 01-14
E-ISSN 2616-8588; P-ISSN 2616-9223
www.afkar.com.pk; hjrs.hec.gov.pk

الموافقات فی اصول الشریعہ میں امام شاطبیؒ کا منہج

The Methodology of Imām al-Shāṭibī in al-Muwāfaqāt fī Uṣūl al-Sharīʿah

Dr. Usama Hashimi
Assistant Professor, Department of Humanities, COMSATS University Islamabad, Wah Campus, Pakistan

ABSTRACT

This study examines the distinctive methodology of Imām al-Shāṭibī in al-Muwāfaqāt fī Uṣūl al-Sharīʿah and argues that, although the work belongs to Uṣūl al-Fiqh, its methodological framework differs fundamentally from the established approaches of the Mutakallimīn and the Fuqahāʾ al-Aḥnāf. Whereas the former emphasized deriving legal principles directly from the nuṣūṣ and the latter relied on istiqrāʾ to formulate universal legal principles, Imām al-Shāṭibī reconstructed the discipline upon the foundation of Maqāṣid al-Sharīʿah. Although earlier scholars, including Imām al-Ḥaramayn al-Juwaynī, Imām al-Ghazālī, and ʿIzz al-Dīn ibn ʿAbd al-Salām, introduced the essential concepts of maqāṣid, al-Shāṭibī was the first to integrate these dispersed discussions into a coherent and comprehensive theoretical framework. He established the relationship between al-kulliyyāt and al-juzʾiyyāt, connected aḥkām, ʿilal, maṣāliḥ, and maqāṣid, and maintained that valid ijtihād requires not only mastery of the nuṣūṣ but also a comprehensive understanding of the objectives of the Sharīʿah. Furthermore, he distinguished between the maqāṣid al-Shāriʿ and the maqāṣid al-mukallaf, identified the principal sources for recognizing maqāṣid, and demonstrated that yusr, rafʿ al-ḥaraj, rukhaṣ, and iʿtidāl constitute integral components of the legal system rather than exceptions to it. The study concludes that al-Muwāfaqāt represents the first systematic exposition of Maqāṣid al-Sharīʿah and continues to serve as a foundational source for contemporary Islamic legal theory, ijtihād, and fiqh al-maqāṣid.

Keywords: *al-Shāṭibī, al-Muwāfaqāt, Ijtihād, Uṣūl al-Fiqh, Maqāṣid al-Sharīʿah.*

Author's email: usamahashmi@ciitwah.edu.pk

CC BY

تمہید:

شاطبیؒ کی الموافقات کا شمار اصول فقہ میں ہوتا ہے۔ اصول فقہ کی متداول کتب کے دو متعین مناھج ہیں۔ جو اہل علم اصول فقہ میں مہارت رکھتے ہیں ان کی رائے یہ ہے کہ اصول فقہ میں ایک متکلمین کا منہج ہے جس کا تعلق استنباط و استخراج سے ہے۔ اس میں کسی ایک نص کو اصل اور قاعدہ کلیہ کے طور پر اختیار کیا جاتا ہے اور اس سلسلے کی دیگر تمام نصوص کو اس سے ہم آہنگ کرنے کے لیے تطبیق، توفیق، استثنا یا شرط وغیرہ سے کام لیا جاتا ہے۔ دوسرا منہج فقہائے احناف کا ہے جو استقرا کا منہج ہے جس میں ایک مسئلہ سے متعلق تمام نصوص کو سامنے رکھ کر ایک قاعدہ بنایا جاتا ہے اور پھر جو حکم شرعی اس قاعدے کے مطابق نہ ہو اس کے بارے میں تاویل یا نسخ کا قول کیا جاتا ہے۔ امام کرخی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

ان كل آية تخالف قول اصحابنا فانها تحمل على النسخ او على الترجيح والاولى ان تحمل على التاويل من جهة التوفيق[1]

ترجمہ: ہر وہ آیت جو ہمارے قول کے خلاف ہو گی اسے یا تو منسوخ سمجھا جائے گا یا ترجیح پر محمول کیا جائے گا اور اولی یہ ہے کہ اس آیت کی تاویل کر کے اسے موافق کر لیا جائے گا۔

کرخی کے اس اصول پر شدید تنقید کی گئی ہے کہ حنفیہ نے اپنے اصول کو اصل شریعت کا درجہ دیا ہے اور ان کے مقابلے میں آیات و احادیث کو مؤول یا منسوخ قرار دے دیا۔ جب کہ دراصل کرخی اپنا منہج بیان کرتے ہیں کہ ہم جب تمام آیات و احادیث کا استقرا کر کے ایک اصلِ شرعی کو قاعدہ کلیہ کے طور پر اختیار کرتے ہیں تو اس کے بعد اگر کوئی آیت یا روایت اس قاعدہ کلیہ سے متصادم ہو تو اس کی وجہ سے اس قاعدہ کلیہ کو، جو بے شمار آیات و روایات کے استقرا سے بنا ہے، تبدیل نہیں کرتے بلکہ مخالف آیت یا روایت کی تاویل کرتے ہیں، یا اسے منسوخ قرار دیتے ہیں۔

الریسونی نے شاطبیؒ کے منہج کو مذکورہ بالا دونوں مناھج سے ہٹ کر ایک تیسرا منہج قرار دیا ہے۔ ان کا منہج یہ ہے کہ انہوں نے علم اصول فقہ کی بنیاد مقاصد شریعت پر رکھی۔ اصولیین کے تمام مباحث خواہ ان کا تعلق دلالات سے ہو یا احکام سے، اجتہاد پر مبنی ہو یا تقلید پر، ان سب کو مقاصد شریعت کی بنیاد پر زیر بحث لائے ہیں۔ علاوہ ازیں انہوں نے اپنی کتاب کا ایک معتدبہ حصہ مقاصد شریعت کے لیے مختص کیا ہے۔ جس طرح عز بن عبد السلام کی کتاب مصالح اور مفاسد، ان کی اقسام اور ان میں وجوہ ترجیح سے متعلق اولین کتاب ہے،[2] اسی طرح الموافقات اصول فقہ پر اولین ایسی تالیف ہے جس نے مقاصد شریعت کو مکمل، مرتب، منضبط اور ابواب و فصول کی ترتیب سے بیان کیا ہے۔[3]

شاطبیؒ لکھتے ہیں کہ میں نے کتاب کا نام "التعریف باسرار التکلیف المتعلقہ بالشریعہ الحنفیہ" رکھا کیوں کہ اس میں اسلامی شریعت کے اسرار بیان کیے گئے ہیں۔ کتاب کا نام تبدیل کرنے کے بارے میں انہوں نے ایک دلچسپ واقعہ لکھا ہے جس کا تعلق ایک خواب سے ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"میں کتاب کی تدوین و ترتیب میں مشغول تھا کہ ایک بزرگ جنہیں میں استاد کے مرتبے میں سمجھتا ہوں ایک روز ملاقات پر کہنے لگے کہ میں نے رات تمہیں خواب میں دیکھا کہ تمہارے ہاتھ میں زیر تالیف کتاب ہے۔ میرے پوچھنے پر تم نے بتایا کہ یہ کتاب "الموافقات" ہے۔ اس کے نام کی توجیہ کرتے ہوئے تم نے کہا کہ اس میں، میں نے امام ابو القاسم اور امام ابو حنیفہ کے مذاہب کو ہم آہنگ کر دیا ہے"۔[4] چنانچہ شاطبیؒ نے اسی

خواب کی بنا پر کتاب کا نام تبدیل کر کے الموافقات فی اصول الشریعہ رکھ دیا۔

شاطبیؒ نے پہلا کام یہ کیا کہ آپ سے پہلے جن تالیفات میں مقاصد شریعت پر مختلف مقامات پر مختصر گفتگو تھی، اسے نہ صرف جمع کیا بلکہ اس پر تفصیلی بحث بھی کی۔ مثلاً شاطبیؒ سے پہلے امام الحرمین عبد الملک جوینی نے البرھان فی اصول الفقہ [5] اور غیاث الامم فی التیاث الظلم [6] میں مقاصد شریعت کی اصطلاحات کی بنیاد رکھی جیسے کہ مبانی الشرع، مقاصد الشرع، المعانی، الکلیات، المصالح العامۃ، الاستصلاح اور الاستدلال کی مصطلحات جو اصول فقہ میں بکثرت استعمال ہونے لگی ہیں۔ مقاصد کے حوالے سے جلب المصالح اور دفع المفاسد کی اصطلاح استعمال کی گئی جس کے لیے شاطبیؒ نے حفظ المصالح من جانب الوجود و من جانب العدم کے الفاظ استعمال کیے۔

مصالح کی سہ گونہ تقسیم جو شاطبیؒ کے ہاں بکثرت زیر بحث آئی ہے یعنی ضروریات، حاجیات اور تحسینیات کا استعمال بھی پہلے پہل جوینی نے کیا۔ ضروریات، حاجیات اور تحسینیات کی حد بندی کرنا مشکل ترین کام ہے کہ ان کے تعین کے لیے فرد کی ذہنی، نفسیاتی و سماجی حالت اور زمان و مکان کے اختلاف کو پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ یجوینی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے ان تینوں مراتب کی ممکنہ حد تک حد بندی کر دی۔

غزالی نے اپنے استاذ جوینی کے علم کو شرح و بسط سے تحریر کیا اور احیاء علوم الدین [7] میں شریعت کے جزوی احکام کے مقاصد و مصالح بیان کیے لیکن ان کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تالیفات شفاء الغلیل [8] اور المستصفی [9] میں شریعت کے مقاصد خمسہ کا تعین کیا اور جو عنوانات قائم کیے (یعنی تحفظ نفس، تحفظ دین، تحفظ عقل، تحفظ مال اور تحفظ نسل) وہ آج تک متداول ہیں۔ ان کے بعد عزالدین بن عبد السلام نے قواعد الاحکام فی مصالح الانام کے نام سے اپنی مشہور کتاب تالیف کی جس کے اثرات شاطبیؒ کی مقاصد کی تقسیم میں واضح نظر آتے ہیں جہاں وہ مکلف کے اعتبار سے احکام کے مقاصد پر بحث کرتے ہیں۔

شاطبیؒ نے علم المقاصد پر جن دو امور کو بطور خاص اپنا موضوع بحث بنایا، ان میں پہلی چیز مکلف کے مقاصد ہے جس کا بطور خاص مقاصد شریعت سے تعلق ہے۔ دوسری بحث جو مکمل طور پر شاطبیؒ کا علم المقاصد میں اضافہ ہے وہ مقاصد کی معرفت کا طریقہ ہے۔ شاطبیؒ نے اجتہاد کی شرائط میں پہلی بار بہت واضح اور قطعی انداز میں یہ تحریر کیا کہ اہلیت اجتہاد کی دو ہی شرائط ہیں:

۱۔ مقاصد شریعت کی معرفت تامہ

۲۔ مقاصد شریعت کی بنیاد پر استنباط کی قدرت

شاطبیؒ نے بظاہر نظریہ مقاصد امام جوینی سے اخذ کیا تھا لیکن آپ نے سب سے زیادہ استفادہ امام غزالی سے کیا۔ شاطبیؒ نے اپنی تالیف الموافقات میں تقریباً چالیس مرتبہ مختلف مباحث میں امام غزالی کا حوالہ دیا۔ بیشتر مقامات پر غزالی کی آرا کی تائید و تصویب کی بلکہ بعض مقامات پر اس سے استشہاد بھی کیا۔ جب کہ بعض دیگر علما اصول بالخصوص امام رازی کے افکار پر تنقید کی۔ [10]

احکام مقاصد سے وابستہ ہیں:

شاطبیؒ نے بہت اختصار سے رازی اور دیگر علمائے اصول کی اس رائے کو رد کرتے ہوئے کہ "احکام شریعت علت سے وابستہ نہیں ہوتے" اس رائے کو ترجیح دی کہ شریعت کے احکام مکلفین کی دنیااور آخرت کے مصالح کے حصول کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔[11] امر واقع یہ ہے کہ مقاصد شریعت کے الفاظ سے کچھ اہل علم کو یہ خیال ہوا کہ شریعت کے احکام سے اللہ کی ذات کو کوئی فائدہ نہیں اس لیے ان کا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ یہ مسئلہ دراصل علم الکلام میں زیر بحث آتا ہے جہاں اللہ کی صفات کا ذکر ہوتا ہے کہ وہ بے نیاز ہے اور اس کے افعال اغراض و علل سے وابستہ نہیں ہوتے۔اس مسئلہ کو زبردستی اصول فقہ میں لا کر اس پر بحث کی گئی کہ کیااحکام شریعت مقاصد سے وابستہ ہیں۔

شاطبیؒ نے الموافقات میں جابجااس امر کی تصریح کی ہے کہ شریعت کا دار و مدار کلیات پر ہے۔آپ نے کلیات کی دواقسام بیان کی ہیں:

ا۔ منصوص کلیات:

اس سے مراد وہ کلیات ہیں جو قرآنی نصوص اور سنت صحیحہ سے ثابت ہوں مثلاً(لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا)[12] "اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا"،(يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ)[13] "اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور مشکل نہیں چاہتا"،(إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا)[14] "اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کردہ"،(انما الاعمال بالنيات)[15] "بے شک اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے" وغیرہ۔

۲۔کلیات استقرئیہ:

ان سے مراد وہ کلیات ہیں جو متعدد آیات اور جزوی احکام کے استقرا سے متشکل ہوتی ہیں، مثلاً ضروریات، حاجیات اور تحسینیات کی حفاظت اور شریعت کے مقاصد عامہ یعنی جان، دین، عقل، مال اور نسل کا تحفظ اور فقہ کے قواعد عامہ جیسے کہ (الضرورات تبيح المحظورات)[16] "ضروریات حرام کو حلال کر دیتی ہیں"،(المشقة تجلب التيسير)[17] "مشقت آسانی لاتی ہے" وغیرہ۔مکی اور مدنی دور کے احکام کے موازنہ میں شاطبیؒ لکھتے ہیں کہ مکی دور کے احکام میں نسخ شاذ و نادر واقع ہوا ہے جب کہ مدنی دور میں نازل ہونے والے احکام کا تعلق حالات،افراد، سماج اور متعین واقعات سے تھااس لیے اس میں نسخ و بیان کی بحث در آتی ہے اور اس کی وجہ سے کلیات متاثر نہیں ہوتے۔ مکی دور کے احکام کا تعلق زیادہ تر عدل اور حقوق اللہ نیز حقوق العباد کے امتثال سے ہے جب کہ مدنی دور میں انہیں امور کی جزئیات ایسے انداز سے بیان کی گئی ہیں کہ کلیات متاثر نہیں ہوئے۔[18]

احکام شریعت کے کلیات ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ ان کا اطلاق تمام مکلفین پر تمام حالات میں ہوتا ہے، مثلاً نماز ہر مکلف پر ہر حال میں فرض ہے۔ یہی حال روزے، زکوۃ اور حج کا ہے۔ نیز جو امور مصلحت کی وجہ سے مشروع ہوئے ہیں مثلاً بیع، اجارہ اور دیگر مالی معاملات، قصاص، جنایات، ضمان وغیرہ سب احکام شریعت کلیات کے تحت منضبط ہوتے ہیں۔[19]

احکام شریعت میں رخصت کی بحث کے ضمن میں شاطبیؒ کہتے ہیں کہ جن امور میں مکلفین کو رخصت پر عمل کرنے کی گنجائش یا حکم ہوتا ہے۔اس

کی وجہ سے کلیات متاثر نہیں ہوتے کیونکہ رفع حرج بذات خود شرعی کلیہ ہے۔ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾[20]

"اور تم پر دین کی (کسی بات) میں تنگی نہیں کی"

شاطبیؒ کے منہج کے اس نکتے کی اساس حنفیہ اور مالکیہ کی اجتہادی فکر سے ماخوذ ہے کہ حنفیہ کے ہاں نصوص کے استقرا سے کلیات شریعت کی تشکیل کی جاتی ہے۔جیسا کہ کرخی نے بیان کیا ہے اور مالکیہ کے مصادر شریعت میں مصلحت بذات خود ایک مصدر ہے۔شاطبیؒ نے فقہ حنفی اور مالکی سے اس ضمن میں متعدد مثالیں ذکر کی ہیں جو کہ علل سے وابستہ ہیں۔[21] امام رازی اور بالخصوص ابن حزم نے بہت شدت سے یہ موقف اختیار کیا اور اپنی کتاب الاحکام فی اصول الاحکام کے ایک باب کا عنوان یہ رکھا "ابطال القول بالعلل فی جمیع احکام الدین"۔ابن حزم لکھتے ہیں کہ اللہ کے افعال اور احکام کسی بھی قسم کی علت سے وابستہ نہیں ہوتے۔یہی ہمارا دین ہے، ہم اسی بنا پر اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور لوگوں کو اسی کی دعوت دیتے ہیں۔قطعی طور پر یہی بات اللہ کے ہاں حق ہے۔دینی احکام کی علت بیان کرنا اور قیاس کرنا ابلیس کا دین ہے۔[22]

الریسونی نے ابن حزم کے موقف اور شاطبیؒ کے ابن حزم کی تردید نہ کرنے پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا کہ ابن حزم جس تعلیل کے منکر ہیں وہ فلسفیانہ تعلیل ہے۔اس کا مفاد یہ ہے کہ اللہ پر کوئی کام واجب ہو جاتا ہے اور فقہاو اہل سنت جس تعلیل کا اثبات کرتے ہیں اس سے ابن حزم انکار نہیں کرتے بلکہ اسے سبب کی اصطلاح سے تعبیر کرتے ہیں۔تاہم الریسونی کی تاویل ابن حزم کی تصریحات سے ہم آہنگ نہیں اس لیے ابن قیم نے ابن حزم پر شدید ترین الفاظ میں تنقید کی ہے۔[23]

مقاصد کی تقسیم:

شاطبیؒ نے شریعت کے مقاصد کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے: شارع کے مقاصد اور مکلف کے مقاصد۔شارع کے مقاصد کی چار ذیلی اقسام بیان کی ہیں:

۱۔ احکام شرعیہ مقرر کرنے میں شارع کا مقصد

۲۔ احکام شرعیہ کی تفہیم میں شارع کا مقصد

۳۔ احکام شریعت کے مطابق مکلف بنانے میں شارع کا مقصد

۴۔ مکلف کو شرعی احکام کے تحت لانے میں شارع کا مقصد

دوسری قسم یعنی مکلف کے مقاصد کی شاطبیؒ نے ذیلی تقسیم نہیں کی بلکہ مسائل کے زیر عنوان اس پر بحث کی ہے۔

۱۔احکام شرعیہ مقرر کرنے میں شارع کا مقصد:

اس عنوان کے تحت شاطبیؒ نے ابتداءً شرعی احکام مقرر کرنے میں شارع کے مقصد پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے

کہ شرعی احکام مقرر کرنے کا مقصد بندوں کی بھلائی، خیر خواہی اور دنیا و آخرت کی کامیابی کا طریقہ بتانا ہے۔ قرآن حکیم نے اس مقصد کو کلّی اور جزئی دونوں طرح کے احکام کی حکمت کے طور پر متعدد آیات میں بیان کیا ہے۔ شرعی احکام مقرر کرنے کا مقصد مکلفین کے مصالح کے تین مختلف درجات کو محفوظ بنانا ہے۔ یہ تین درجات ضروریہ، حاجیہ اور تحسینیہ ہیں۔[24]

مصالح ضروریہ سے وہ امور مراد ہیں جن پر دنیا کی پر امن زندگی کی بقاو تسلسل اور آخرت کی نجات کا دار و مدار ہے۔ اگر ان میں کمی یا کوتاہی ہو جائے تو دنیوی زندگی تباہی، فساد اور قتل و غارت کی نذر ہو کر نیست و نابود ہو جائے گی اور آخرت نجات سے محرومی اور خلود فی النّار پر منتج ہو گی۔

ان مصالح کے تحفظ کے دو طریقے ہیں:

۱۔اثباتی ۲۔احتیاطی

اثباتی سے مراد ایسے مثبت اعمال ہیں جن کو کرنے سے جان، دین، عقل، مال اور نسل محفوظ رہتے ہیں۔ جب کہ احتیاطی سے مراد ایسے اعمال سے بچنا ہے جو مصالح ضروریہ کے حصول میں مانع ہوں۔

مقاصد کے تکمیلی مدارج:

مقاصد کی تقسیم کے بعد امام شاطبیؒ ان کے تکمیلی درجے بیان کرتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ مندرجہ بالا مقاصد کے مرتبے میں مزید امور شامل ہو جاتے ہیں جن کی حیثیت تکملہ کی سی ہے۔ البتہ ان تکمیلی مدارج کی غیر موجودگی مقاصد کی حکمت اصلیہ پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ ضروریات میں اس کی مثال قصاص میں مماثلت ہے کہ جس طریقے سے قاتل نے قتل کیا ہے، اسے بھی اسی طریقے سے قتل کیا جائے۔ حاجیات میں اس کی مثال کفو اور صغیرہ کے معاملات میں مہر مثل کا اعتبار ہے۔ تحسینیات میں اس کی مثال طہارت کے آداب، قربانی، عقیقہ وغیرہ میں اختیار شامل ہے۔ حاجیات ضروریات کی تکمیل کا باعث ہے جب کہ تحسینیات حاجیات کی تکمیل کا۔[25]

مقاصد کا باہمی تعلق:

شاطبیؒ کہتے ہیں کہ شریعت میں ضروری مقاصد ہی حاجیات و تحسینیات کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ اگر ضروریات میں خرابی پیدا ہو جائے تو لازماً حاجیات و تحسینیات میں خرابی پیدا ہو گی۔ لیکن حاجیات و تحسینیات میں خرابی سے ضروریات میں خرابی پیدا ہونا لازم نہیں ہے۔ البتہ بعض اوقات تحسینیات سے حاجیات میں اور حاجیات سے ضروریات میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح یہ لازم ہے کہ جب ضروری کی حفاظت کی جائے تو حاجی کی بھی حفاظت کی جائے اور جب حاجی کی حفاظت کی جائے تو تحسینی کی بھی حفاظت کی جائے کیونکہ حاجی ضروری کا خادم ہوتا ہے اور تحسینی حاجی کا۔[26]

دنیاوی اور اخروی لحاظ سے مصالح و مفاسد کے پہلو:

امام شاطبیؒ نے دنیاوی لحاظ سے مصالح یا مفاسد کے دو پہلو بیان کیے ہیں: ایک ان مصالح (یا مفاسد) کی موجودگی اور دوسرا ان سے متعلق شرعی

حکم۔ جب کسی فعل میں فائدہ غالب ہو گا تو اسے مصلحت سمجھا جائے گا اور جب نقصان غالب ہو گا تو مفسدہ۔ چنانچہ ہر فعل کی دو اطراف ہیں اور وہ فعل راجح کی طرف منسوب ہے۔ اگر مصلحت راجح ہو گی تو جائز ہو گا۔ لیکن اگر نقصان غالب ہو گا تو ناجائز قرار پائے گا۔[27]

اسی طرح اخروی لحاظ سے بھی مصالح یا مفاسد کے دو پہلو ہیں: پہلا یہ کہ مصلحت (یا مفسدہ) خالص ہو اور اس میں دوسرے کی آمیزش نہ ہو۔ جیسے کہ اہل جنت کے لیے ہمیشہ کی نعمتیں یا مشرکین و منافقین کے لیے ہمیشہ کا عذاب۔ دوسرا یہ کہ مصلحت یا مفسدہ خالص نہ ہو بلکہ اس میں دوسرے کی آمیزش ہو۔ جیسے کہ موحدین کا اپنے گناہوں کے باعث ایک مدت تک جہنم میں رہنا۔[28]

مصالح و مفاسد کا کلیات و جزئیات سے تعلق:

شارع نے تشریع کے ساتھ ساتھ دنیاوی اور اخروی مصالح اس طرح قائم کیے ہیں کہ ان سے کلیات و جزئیات کا نظام خراب نہیں ہوتا۔ چاہے یہ کلیات و جزئیات ضروریہ، حاجیہ یا تحسینیہ سے تعلق رکھتی ہوں۔ کیونکہ اگر شرعی احکام اس طرح وضع کیے جاسکتے کہ ان میں خرابی پیدا ہونا ممکن ہوتا تو ایسے شریعت بنائی ہی نہ جاسکتی۔[29]

اخروی مصالح کا دنیاوی زندگی پر اعتبار:

شرعاً حاصل کردہ مصالح اور دفع کردہ مفاسد کا صرف اس حیثیت سے اعتبار کیا جائے گا کہ دنیاوی زندگی کو اخروی زندگی کے لیے قائم کیا جائے۔ عادی مصالح کے حصول یا عادی مفاسد کو دور کرنے میں نفسانی خواہشات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔[30]

مقاصد کے دلائل کا یقینی ہونا:

شاطبیؒ کہتے ہیں کہ یہ لازم ہے کہ کوئی ایسی دلیل موجود ہو جس پر ضروریہ، حاجیہ اور تحسینیہ کی حفاظت کے اعتبار سے اعتماد کیا جاسکے۔ اس ضمن میں جس دلیل کو بنیاد بنایا جائے گا وہ یا قطعی ہو گی یا ظنّی۔ اور اس کا ظنّی ہونا باطل ہے کیونکہ ایسی صورت میں شریعت اصل اور فرع دونوں اعتبار سے ظنّی ہو جاتی۔ چنانچہ یہ اصول اور ان کے دلائل کا بھی یقینی ہونا لازم ہے۔[31]

مقاصد میں جزئیات کی اہمیت:

انفرادی جزئیات ضروریات، حاجیات اور تحسینیات کو کالعدم نہیں کر سکتیں۔ ان جزئیات کے لیے لازم ہے کہ وہ ان کلیات کی حفاظت اس طرح کریں جس سے یہ کلیات قائم رہ سکیں۔ ان کلیات کے قیام میں وہی جزئیات معتبر ہوں گی جو ان کی حفاظت کریں۔ نیز جب یہ تینوں کلیات خاص مصالح کے لیے مشروع کی گئی ہیں تو ان مصالح کو احاد جزئیات کے تخلف سے اٹھایا نہیں جاسکتا۔[32]

۲۔ احکام شرعیہ کی تفہیم میں شارع کا مقصد:

شاطبیؒ نے اس پر مختصر ترین گفتگو کی ہے۔ آپ کہتے ہیں:

ا۔ قرآن حکیم عربی زبان میں نازل ہوا اور شریعت اسلامیہ کی اساس ہے۔ اس لیے فہم شریعت کے لیے عربی جاننا ضروری ہے۔ البتہ

شاطبیؒ نے زبان کے حوالے سے احکام کی دو قسمیں کی ہیں:

(الف) ایسے احکام جنہیں کسی بھی زبان میں ادا کیا جاسکتا ہے اور ترجمہ کرنے سے ان کے معانی ومفاہیم میں فرق نہیں آتا۔

(ب) ایسی تعبیرات جو اسلوب بیان کے ساتھ خاص ہوتی ہیں اور ان کا ترجمہ نہیں کیا جاسکتا۔

قرآن کے احکام کی تفسیر و ترجمہ ہر زبان میں کیا جاسکتا ہے البتہ اس کے اسرار ورموز اور اس کے ذریعے اجتہادی استنباط واستخراج کے لیے عربی اسالیب کی معرفت ضروری ہے۔[33]

۲۔ قرآن ایک امی نبی کے ذریعے امیین کے لیے خصوصاً اور تمام انسانوں کے لیے عموماً نازل کیا گیا۔ عرب اگرچہ امی تھے لیکن ان میں بنیادی اخلاقی اوصاف موجود تھے اور کچھ خرابیاں بھی تھیں۔ اخلاقی اوصاف کی مزید ترغیب دی گئی اور خرابیوں کو دور کرنے کی تلقین کی گئی۔ ان کے ہاں کسی قدر سائنسی اور مادی علوم بھی متعارف تھے۔ قرآن نے ان علوم کی گہرائی اور سائنسی توجیہات کو اپنی صداقت کے لیے استعمال کیا۔[34]

اس کے باوجود یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ اس میں کوئی ایسا بیان نہیں جو صدیوں کی سائنسی تحقیقات سے غلط ثابت ہوا ہو۔

۳۔ احکام شریعت کے مطابق مکلف بنانے میں شارع کا مقصد:

شارع کا مقصد یہ ہے کہ مکلفین شریعت کے تقاضوں پر عمل کریں۔ اس موضوع پر شاطبیؒ مشقت اور تکلیف مالا یطاق کو زیر بحث لاتے ہیں۔ تکلیف مالا یطاق کے بارے میں قرآن کی نص موجود ہے کہ (لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا)[35] "اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا"۔ نیز اس امر پر اجماع ہے کہ کسی کو تکلیف مالا یطاق نہیں دی جاسکتی۔ اس لیے شاطبیؒ نے اس عنوان پر زیادہ تفصیلی بحث نہیں کی۔ البتہ مشقت پر سیر حاصل گفتگو کرتے ہوئے بتایا ہے کہ شارع نے احکام شرعیہ میں ایک گونہ مشقت اور کلفت کا ارادہ کیا ہے لیکن یہ مشقت معتاد ہے جیسے کہ طلب معاش میں مشقت کو معتاد مشقت مانا جاتا ہے۔ اسی طرح احکام شرعیہ میں بھی معتاد مشقت کا پہلو ہے۔ شاطبیؒ نے شرعی احکام کی اساسیات مثلاً عدم حرج، یسر، سماحت اور رخص کو ملحوظ رکھتے ہوئے مشقت غیر معتاد کی نفی کی ہے۔

کسی کام میں کتنی مشقت ہے، یہ ایک اضافی نوعیت کا مسئلہ ہے۔ جس طرح مختلف کاموں کی مشقت مختلف اور متفاوت ہے اسی طرح مختلف مکلفین کے لیے بھی ایک ہی کام میں مشقت کے درجات مختلف ہیں۔ اس ساری بحث کو شاطبیؒ نے بہت عمدہ انداز سے سمیٹتے ہوئے لکھا ہے کہ اسلام نے مکلفین کے لیے شرعی احکام مقرر کرنے میں اعتدال اور توازن کی راہ اختیار کی اور تخفیف وتشدید دونوں پہلو بچاتے ہوئے افراط وتفریط کو نظر انداز کرکے ایک درمیانی راہ متعین کی ہے۔ شریعت اسلامیہ کے فرائض مثلاً نماز، روزہ، زکوۃ اور محرمات میں اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ البتہ جہاں کہیں یہ محسوس کیا گیا کہ مکلف کسی ایک جانب زیادہ جھک گیا ہے تو اسے اعتدال پر لانے کے لیے مخالف پلڑا جھکا دیا گیا۔ مثلاً اگر کوئی مکلف اتباع ھویٰ اور احکام شرعیہ سے لاپرواہی برتنے لگے تو اسے اعتدال پر لانے کے لیے زجر وتوبیخ کے احکام نازل کیے۔ اور اگر کسی فرد میں

غلو فی الدین، زہد و تقشف میں مبالغہ اور تکلیف اٹھانے کی طرف میلان زیادہ نظر آئے تو اس کے لیے تیسیر، تخفف، رخصتیں اور دینوی نعمتوں سے لطف انداز ہونے کی ترغیب دی جاتی ہے۔[36]

۴۔ مکلف کو شرعی احکام کے تحت لانے میں شارع کا مقصد:

امام شاطبیؒ کہتے ہیں کہ عامی، عالم، مرد و عورت، شہری و دیہاتی، تمام افراد شریعت کے مخاطب ہیں اور کسی کو استثنا حاصل نہیں ہے۔ اسی طرح انسانی زندگی کے تمام پہلو، انفرادی و اجتماعی، گھر اور باہر وغیرہ سب اس میں شامل ہیں۔ انسانی زندگی کا کوئی پہلو شریعت کے دائرہ کار سے باہر نہیں ہے۔ البتہ ان احکام کا تعلق اپنے اپنے مواقع سے ہے کہ سفر کے احکام حضر سے مختلف ہیں۔ نیز شریعت کے مقاصد اصلیہ اور ثانویہ دونوں طرح کے ہیں۔ اصلی مقاصد کے لیے عیش و عشرت کو چھوڑ دینا لازم ہے جب کہ تبعی مقاصد کے لیے حدود کے اندر رہتے ہو عیش و عشرت کی گنجائش ہے۔ عبادات کے بارے میں امام شاطبیؒ کہتے ہیں کہ ان میں نیابت نہیں ہو سکتی چنانچہ ہر فرد کو اپنے فرائض خود سر انجام دینے ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ حج بدل سے متعلق روایت کو خبر واحد قرار دے کر رد کر دیتے ہیں۔[37]

۲۔ مکلف کے مقاصد:

ان تفصیلات کے بعد کہ شریعت بندوں کی مصلحت کے مطابق نازل ہوئی ہے، شاطبیؒ نے مکلف کے مقاصد پر تفصیلی اور منضبط گفتگو کی ہے۔ اس کا ماحاصل یہ بتایا ہے کہ مکلف کا ہر عمل ایسا ہونا چاہیے کہ جس طرح وہ اضطراری امور میں اللہ کا بندہ اور غلام ہے، اسی طرح اختیاری امور میں بھی اس کا بندہ اور غلام ہو۔ اس عنوان کا آغاز سب سے اہم تمہیدی قاعدے سے کیا ہے کہ بے شک اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ کسی مکلف کی نیت اور ارادہ ہی کسی کام کو صحیح یا باطل قرار دیتا ہے اور ایک عمل کو ریا میں بدل دیتا ہے۔ فرض اور نفل میں ہی نہیں بلکہ ایمان و کفر میں بھی نیت پر مدار ہے کہ اللہ کو سجدہ ایمان کی علامت ہے جب کہ غیر اللہ کو شرک کی۔ نیز جب کسی عمل کے ساتھ نیت وابستہ ہو گی تو اس کا احکام تکلیفیہ سے تعلق قائم ہو جائے گا اور جب نیت نہ ہو تو وہ عمل احکام تکلیفیہ میں شامل نہیں ہو گا۔ اس تمہید کے بعد شاطبیؒ نے اصل موضوع کو دو عنوانات کے تحت بیان کیا ہے:

۱۔ مکلف اپنے افعال میں اسی مقصد کو پیش نظر رکھے جو شارع نے اس عمل کا بتایا ہے مثلاً نماز سے ذکر الٰہی، قرب خداوندی اور تزکیہ کا مقصد پیش نظر رکھے نہ کہ ورزش وغیرہ کا۔

۲۔ اگر کوئی شخص شرعی تکالیف میں کوئی دوسری نیت کر لیتا ہے جو شارع کا مقصد نہیں ہے تو اس کا عمل باطل ہے اور اسے ثواب نہیں ملے گا۔[38]

شاطبیؒ نے ان اصولوں کی تطبیق کی چھ صورتیں بیان کی ہیں:

(الف) مکلف اپنے قصد اور فعل میں شارع سے ہم آہنگ ہو۔ ایسے عمل کے درست ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوتا۔

(ب) مکلف اپنے قصد اور فعل دونوں میں شارع کے قصد کے خلاف ہو۔ ایسے عمل کے باطل ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوتا۔

(ج) مکلف فعل شریعت کے مطابق سرانجام دے لیکن نیت شارع کے قصد کے خلاف ہو۔اس صورت میں حقوق اللہ کے حوالے سے گناہ گار ہو گا لیکن حقوق العباد میں گناہ نہیں ہو گا۔

(د) چوتھی صورت تیسری کی سی ہے البتہ فرق یہ ہے کہ اس صورت میں مکلف کو علم ہو کہ اس کی نیت درست نہیں ہے۔یہ ریا، نفاق یا احکام خداوندی میں حیلہ جوئی کے بڑے گناہوں کے زمرے میں آتا ہے۔

(ہ) نیت شارع کے قصد سے ہم آہنگ ہو لیکن عمل اس کے خلاف ہو۔ایسے لوگ اپنے افعال کی تاویل کرتے ہیں اور یہی مبتدعین ہیں۔

(و) یہ پانچویں صورت کی طرح ہے البتہ فرق یہ ہے کہ مکلف کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا عمل شارع کے قصد سے ہم آہنگ نہیں ہے۔یہ صورت شریعت میں خاص مشکل ہے اور اس کو حل کرنے کے لیے مصالح و مفاسد میں ترجیح کے اصول کو متحرک کیا جائے گا۔

شارع کے مقاصد معلوم کرنے کا طریقہ:

فقہ المقاصد پر ایک بنیادی اعتراض جو دور حاضر میں بھی کیا جاتا ہے کہ چونکہ اس فقہ میں مکلف کے مقاصد کو شارع کے مقاصد کے برابر اہمیت حاصل ہے،اس لیے یہ فقہ اتباع ھویٰ پر مبنی ہے۔تاہم شاطبیؒ نے اپنی تالیف میں اس کا قلع قمع کر دیا ہے۔آپ نے اس خیال کو سرے سے رد کر دیا کہ احکام شرعیہ میں مقاصد کا تعین مکلف خود کر سکتا ہے بلکہ انہوں نے مقاصد کے تعین کے طریقے صراحت سے بیان کر دیے جو درج ذیل ہیں:

۱۔عربی زبان کے مقتضیات کے مطابق مقاصد کا تعین:

شریعت اسلامیہ اللہ تعالی کی نازل کردہ ہے جس کے لیے اس نے عربی زبان کو پسند فرمایا۔اس لیے شارع کا مقصد جاننے کا اولین ذریعہ یہ ہے کہ عرب جن پر کتاب نازل ہوئی وہ کسی لفظ،آیت یا جملے کا کیا مفہوم لیتے تھے اور اسی کو معیار قرار دیا جائے گا۔[39]

۲۔امر و نہی ابتدائی:

امر و نہی کا کوئی صیغہ اگر ابتدائی ہو اور صریح ہو تو وہ شارع کے مقصد کو واضح طور پر متعین کرتا ہے جیسے(فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ)[40] "نماز کے لیے جلدی کرو اور خرید و فروخت ترک کر دو" میں ذکر اللہ کی طرف سعی کا امر اور خرید و فروخت کو جاری رکھنے کی نہی ہے اور دونوں احکام ابتدائی اور صریح ہیں۔[41]

۳۔احکام کی علل:

نصوص نے جن اوامر و نواہی کی علل بیان کی ہیں ان کے مطابق استنباط و استخراج کے ذریعے شارع کا مقصد معلوم کرنا۔اس کا تعلق اجتہاد اور استنباط سے ہے اور فقہ اسلامی کے بیشتر ذخیرے کا دار و مدار اسی قسم پر ہے۔

۴۔مقاصد اصلیہ اور مقاصد تبعیہ:

مقاصد اصلیہ کے حصول کے لیے جو اسباب و ذرائع اختیار کرنے ہوتے ہیں یا جو نتائج، فوائد اور ثمرات ملتے ہیں ان کے لیے شاطبیؒ نے مقاصد تبعیہ

کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ مثلاً نکاح کا مقصد اصلی نسل انسانی کی بقا اور تحفظ ہے۔ لیکن گھر آباد کرنا، رزق حلال، اولاد کی طلب، بد نگاہی اور بدکاری سے تحفظ، حلال ذریعے سے جنسی ضرورت پوری کرنا، سکون اور آرام کی تلاش وغیرہ یہ سب امور شریعت کے مقاصد میں شامل ہیں لیکن مقاصد تبعیہ ہیں۔[42]

۵۔ سکوت شارع:

نصوص کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بسا اوقات کوئی واقعہ پیش آتا ہے یا کسی واقعے میں حکم بیان کیا جاتا ہے لیکن ضرورت کے باوجود اس کے کسی پہلو کے بارے میں شارع سکوت اختیار کرتا ہے۔ شاطبیؒ نے اس عنوان کو بطور خاص اپنی دوسری تالیف الاعتصام میں تفصیل سے بیان کیا ہے جو بطور خاص رد بدعات سے متعلق ہے۔ تاہم اس حوالے سے قرآن حکیم کی آیت(لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِن تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ)[43] "ایسی چیزوں کے بارے میں مت سوال کرو کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں" سے استدلال کیا جاتا ہے۔[44]

۶۔ استقرا:

شاطبیؒ نے اگرچہ استقرا کا بطور خاص ذکر نہیں کیا لیکن اسلامی شریعت کے مقاصد عامہ یعنی مقاصد خمسہ کا مدار استقرا پر ہے۔ آپ نے اپنی کتاب کی بنیاد اس بیان پر رکھی ہے کہ اصول فقہ کے اساسیات و کلیات کے لیے ضروری ہے کہ وہ قطعی ہوں۔ اس میں ظن و تخمین کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ استقرا سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اصول فقہ کی بنیاد قطعی کلیات پر ہے۔[45]

شاطبیؒ نے استقرا کو اس کثرت سے بطور دلیل استعمال کیا ہے کہ الریسونی کو تعجب ہوتا ہے کہ انہوں نے یہاں استقرا کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ درحقیقت مقاصد عامہ کے تعین کے لیے علما اصول نے استقرا کو دلیل قرار دیا ہے یعنی ان امور کے تحفظ کے لیے کس قدر نصوص ہیں جن میں سے بعض کلیات اور بے شمار جزئیات انہیں کلیات کو تشکیل دیتی ہیں۔ اس لیے استقرا بھی ایک اصل ہے جس سے شارع کا مقصد معلوم کیا جا سکتا ہے۔ الغرض، اس سے واضح ہوتا ہے کہ مقاصد شریعت کا تعین مکلفین کی صواب دید پر نہیں چھوڑا گیا بلکہ اس کے منابع و مأخذ متعین کر دیے گئے ہیں۔

۷۔ تتبع رخص اور اتباع ھویٰ کے مفاسد:

شاطبیؒ نے اس امر کو ناپسند کیا ہے کہ مقلد اختلافی مسائل کی کسی بھی جہت پر عمل کر لے۔ آپ اسے تتبع رخص اور اتباع ھویٰ قرار دیتے ہیں۔ چونکہ آپ تعدد حق کو تسلیم نہیں کرتے اس لیے تخییر کو سقوط شریعت کا باعث قرار دیتے ہیں جس کے نتیجے میں مقصد شریعت فوت ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں آپ اس مفتی کی مثال دیتے ہیں جو اقربا پروری میں لوگوں کو ان کی مرضی کے فتوے دیتا ہے اور اتباع ھویٰ کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ جس طرح مفتی کا کام محض اللہ کا حکم افراد تک پہنچا دینا ہوتا ہے اسی طرح فقہا کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ دلیل کے بجائے خواہشات کی بنیاد پر مسائل ترتیب دیں۔ اس ضمن میں آپ نے ان لوگوں پر بھی تنقید کی ہے جو علما کا اختلاف دیکھ کر جواز کا قول اختیار کر لیتے ہیں کیونکہ محض اختلاف اس بات کی ضمانت نہیں کہ اس مسئلے میں جواز کا قول اختیار کر لیا جائے۔[46]

نتائج مقالہ:

امام شاطبیؒ کی الموافقات اگرچہ اصول فقہ کی ایک بنیادی تصنیف ہے، تاہم اس کا منہج متداول اصولی مناہج سے نمایاں طور پر مختلف ہے۔ متکلمین کا منہج نصوص سے اصول اخذ کرنے اور فقہائے احناف کا منہج استقراء کے ذریعے قواعد کلیہ کی تشکیل پر مبنی ہے، جبکہ امام شاطبیؒ نے ان دونوں سے آگے بڑھ کر علم اصول کی پوری عمارت کو مقاصد شریعت کی بنیاد پر استوار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ الریسونی نے اسے علم اصول میں ایک مستقل اور منفرد منہج قرار دیا ہے۔ اگرچہ مقاصد شریعت کی بنیادی اصطلاحات اور تصورات امام الحرمین جوینی، امام غزالی اور عزالدین بن عبدالسلام کی تصنیفات میں موجود تھیں، لیکن امام شاطبیؒ کا امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے ان منتشر مباحث کو پہلی مرتبہ ایک منظم، مربوط اور جامع نظریہ کی صورت میں پیش کیا، ان کی درجہ بندی کی، ان کے باہمی تعلقات واضح کیے اور انہیں اصول فقہ کے تمام مباحث کے ساتھ مربوط کر دیا۔ اس اعتبار سے الموافقات علم مقاصد کی پہلی مکمل اور باقاعدہ تالیف قرار دی جاسکتی ہے۔

امام شاطبیؒ نے واضح کیا کہ شریعت کے تمام احکام بندوں کے دنیاوی واخروی مصالح کے حصول کے لیے مشروع کیے گئے ہیں، اس لیے احکام شرعیہ کو ان کے مقاصد اور علل سے جدا کر کے نہیں سمجھا جاسکتا۔ انہوں نے منصوص کلیات اور استقرائی کلیات کی تقسیم کے ذریعے یہ ثابت کیا کہ شریعت کی اساس قطعی کلیات پر ہے، جبکہ جزئی احکام انہی کلیات کی تشریح، تطبیق اور تکمیل کا ذریعہ ہیں۔ اس طرح انہوں نے احکام، علل، مصالح اور مقاصد کے مابین ایک مضبوط علمی ربط قائم کیا۔ امام شاطبیؒ نے اجتہاد کی بنیاد صرف نصوص کے ظاہری فہم پر نہیں بلکہ مقاصد شریعت کی کامل معرفت اور ان کی بنیاد پر استنباط کی صلاحیت کو قرار دیا۔ اسی بنا پر انہوں نے اجتہاد کی اہلیت کے لیے مقاصد کی جامع معرفت کو بنیادی شرط قرار دیا، جو اصول فقہ کی تاریخ میں ایک اہم علمی اضافہ ہے۔

مزید یہ کہ امام شاطبیؒ نے شارع کے مقاصد اور مکلف کے مقاصد کے درمیان واضح امتیاز قائم کیا اور اس تصور کی تردید کی کہ مقاصد کا تعین افراد کی خواہش یا صواب دید پر چھوڑ دیا جائے۔ انہوں نے عربی زبان، اوامر ونواہی، عللِ احکام، مقاصدِ اصلیہ وتبعیہ، سکوتِ شارع اور استقراء کو مقاصد شریعت کی معرفت کے معتبر مصادر قرار دے کر اس علم کے لیے ایک مضبوط علمی واصولی بنیاد فراہم کی۔ اسی طرح مشقت، یسر، رفعِ حرج، رخصت اور اعتدال کے مباحث میں امام شاطبیؒ نے یہ اصول واضح کیا کہ شریعت نہ افراط کی قائل ہے اور نہ تفریط کی، بلکہ اس کا مزاج توازن، اعتدال اور انسان کی وسعت کے مطابق تکلیف پر مبنی ہے۔ رخصتوں کو بھی انہوں نے کلیاتِ شریعت کا حصہ قرار دیا، نہ کہ ان سے استثناء کا۔

امام شاطبیؒ کا منہج محض اصول فقہ کی روایتی مباحث کی نئی ترتیب نہیں بلکہ ایک ایسا جامع نظریہ ہے جس نے اصول فقہ، مقاصد شریعت، اجتہاد، مصالح، کلیات اور جزئیات کو ایک مربوط علمی نظام میں یکجا کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ الموافقات بعد کے ادوار میں فقہ المقاصد کی بنیادی ماخذ اور معاصر اسلامی قانونی فکر کی اہم ترین مراجع میں شمار ہوتی ہے، اور موجودہ دور میں اجتہاد، فقہی تجدید اور مقاصد شریعت کے مباحث کو سمجھنے کے لیے اس کی اہمیت مزید نمایاں ہو گئی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

[1] ابوالحسن عبیداللہ کرخی، اصول کرخی، مرکزالتراث، شہر نامعلوم، س۔ن، اصول ۲۹۔

[2] ابو محمد عزبن عبدالسلام، قواعدالاحکام فی مصالح الانام، قاہرہ: مکتبہ الکلیات الازھریہ، ۱۹۹۱ء۔

[3] احمد ریسونی، محاضرات فی مقاصدالشریعہ، قاہرہ: دارالکلمۃ للنشر والتوزیع، ۲۰۱۰ء، ص ۸۱۔

[4] ابواسحٰق شاطبیؒ۔ الموافقات فی اصول الشریعہ۔ طبع اول، قاہرہ: دارابن عفان، ۱۹۹۷ء۔ مقدمہ، ص ۶۰۔

[5] عبدالملک بن عبداللہ الجوینی، البرھان فی اصول الفق، طبع اول، بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۷ء۔

[6] ۔۔۔غیاث الامم فی التیاث الظلم۔ طبع ثانی، مکتبہ امام الحرمین، ۱۴۰۱ھ۔

[7] ابوحامد محمد بن محمد غزالی۔ احیاءعلوم الدین۔ بیروت: دارالمعرفہ، ت۔ن۔

[8] ۔۔۔شفاءالغلیل فی بیان الشبہ والمخیل ومسالک التعلیل، بغداد: مطبعہ الارشاد، ۱۹۷۱ء۔

[9] ۔۔۔المستصفی۔ قاہرہ: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۳ء۔

[10] شاطبیؒ، الموافقات فی اصول الشریعہ، ج ۲، ص ۲، ج ۱، ص ۲۲۸، ج ۳، ص ۳۷۵۔

[11] ایضاً ج ۲ ص ۶۳۔

[12] القرآن، البقرہ ۲: ۲۸۶

[13] القرآن، البقرہ ۲: ۱۸۵

[14] القرآن، النساء ۴: ۵۸

[15] محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، کتاب بدءالوحی، باب کیف کان بدءالوحی الی رسول اللہ، حدیث: ۱۔

[16] محمد بن بھادر بن عبداللہ زرکشی، المنثور، طبع ثانی، الکویت: وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ، ۱۴۰۵ھ۔ ج ۲، ص ۳۱۷۔

[17] زین العابدین بن ابراہیم بن محمد ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، طبع اول، بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۹ء۔ ص ۶۴۔

[18] شاطبیؒ، الموافقات فی اصول الشریعہ، ج ۳، ص ۳۳۸۔

[19] ایضاً ج ۲، ص ۵۷۴۔

[20] القرآن، الحج ۲۲: ۷۸

[21] شاطبیؒ، الموافقات فی اصول الشریعہ، ج ۱، ص ۵۴۱۔

[22] ابو محمد علی بن احمد بن سعید ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام، بیروت: دارالآفاق الجدیدۃ، س۔ن۔ ج ۸، ص ۶۷۔

[23] ریسونی، محاضرات فی مقاصدالشریعہ، ص ۲۰۹۔

[24] شاطبیؒ، الموافقات فی اصول الشریعہ، ج ۲، ص ۷۔

[25] ایضاً ج ۲، ص ۲۴۔

[26] ایضاً ج ۲، ص ۲۶۔

[27] اس کی مثال شراب اور جوا ہے کہ قرآن حکیم کے مطابق ان میں کچھ فائدے بھی ہیں لیکن ان کا نقصان ان کے فائدے پر غالب ہے۔(البقرہ ۲:۲۱۹)

[28] شاطبیؒ، الموافقات فی اصول الشریعہ، ج ۲، ص ۵۴۔

[29] ایضاً، ج ۲، ص ۶۲۔

[30] ایضاً ج ۲، ص ۶۳۔

[31] ایضاً ج ۲، ص ۷۹۔

[32] ایضاً ج ۲، ص ۸۳۔

[33] ایضاً ج ۲، ص ۱۰۲۔

[34] ایضاً ج ۲، ص ۱۱۱۔

[35] القرآن، البقرہ ۲:۲۸۶

[36] شاطبیؒ، الموافقات فی اصول الشریعہ، ج ۱، ص ۲۳۷۔

[37] ایضاً ج ۲، ص ۲۸۹۔

[38] شاطبیؒ، الموافقات فی اصول الشریعہ، ج ۳، ص ۷۔

[39] ایضاً، ج ۲، ص ۱۰۲۔

[40] القرآن، الجمعہ ۶۲:۹۔

[41] شاطبیؒ، الموافقات فی اصول الشریعہ، ج ۳، ص ۱۳۴۔

[42] ایضاً ج ۳، ص ۱۳۹۔

[43] القرآن، المائدہ ۵:۱۰۱

[44] شاطبیؒ، الموافقات فی اصول الشریعہ، ج ۵، ص ۳۷۴۔

[45] ایضاً ج ۱، ص ۲۹۔

[46] ایضاً ج ۵، ص ۳۷۴۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 international license.